AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

سلطنتِ عثمانیہ کے زوال کے بعد ترکی میں عالمی اسلامی تحریکوں کا پس منظر

THE BACKGROUND OF GLOBAL ISLAMIC MOVEMENTS IN TURKEY AFTER THE FALL OF THE OTTOMAN EMPIRE

Muhammad Akhtar
Ph.D Scholar at Riphah International University Faisalabad
Department of Islamic Studies
akhtarzia786@gmail.com
Dr. Khalid Mahmood Arif
Associate Professor/HOD Department of Islamic Studies, Riphah International University Faisalabad
khalid.mahmood@riphahfsd.edu.pk
Dr Muhammad Rizwan Mahmood
Assistant Professor
Riphah International University Faisalabad
Department of Islamic Studies
rizwan.mahmood@riphahfsd.edu.pk

Abstract:
The Ottoman Empire remained the center of the Islamic world and a symbol of the Islamic Caliphate for centuries. Established in 1299, this great empire, at its peak, spanned across three continents—Europe, Asia, and Africa—providing political, military, economic, and cultural leadership to the Muslim world. However, during the 19th and 20th centuries, internal and external factors led to the decline of the Ottoman Empire, ultimately resulting in the formal abolition of the Ottoman Caliphate in 1924. With this, the Muslim world entered a new era where various movements and ideological trends emerged in pursuit of Islamic unity and the restoration of Islamic identity in the absence of the Caliphate.After the abolition of the Caliphate, modernism, nationalism, and secularism were promoted in Turkey under the leadership of Mustafa Kemal Atatürk. Efforts were made to suppress Islamic identity, leading to the abolition of Islamic laws, the ban on the call to prayer (Adhan) in Arabic, and state control over Islamic institutions. However, to preserve Islamic identity and promote the idea of restoring the Caliphate, various Islamic movements emerged in Turkey and other Muslim countries, including the Muslim Brotherhood (Ikhwan-ul-Muslimoon), Jamaat-e-Islami, and other reformist and political Islamic movements.The fall of the Ottoman Empire is considered one of the most significant political and civilizational transformations of the 20th century, paving the way for the end of the Caliphate and the establishment of modern nation-states. After the formal end of the Caliphate in 1924, Turkey adopted the path of secularism and Western reforms, which sought to marginalize Islamic traditions and values at the state level. Under Atatürk's leadership, radical reforms reshaped Turkey's religious and political landscape, including restrictions on Islamic institutions, changes in the Arabic script, and state control over mosques and madrasas. These transformations triggered strong reactions not only within Turkey but across the Muslim world.Several Islamic movements, which had previously supported the Ottoman Caliphate, reorganized themselves in response to the new situation. The Muslim Brotherhood, Jamaat-e-Islami, and other global Islamic movements not only intellectually analyzed Turkey's situation but also reflected its influence in their ideological frameworks. On the other hand, within Turkey, Islamic-oriented movements such as Necmettin Erbakan's Milli Selamet Partisi (National Salvation Party) and later the Refah Party (Welfare Party) became active in restoring Islamic identity.This analysis provides a comprehensive study of Islamic movements in Turkey after the fall of the Ottoman Caliphate, focusing on their background, ideologies, objectives, challenges, and impact. Through this research, we will explore how these movements influenced Turkish politics, society, and Islamic identity and to what extent they aligned with global Islamic movements.

Keywords: Islamic Movements, Turkey, Ottoman Empire, Islamic Caliphate, Ikhwan-ul-Muslimoon, Turkish Politics

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

سلطنتِ عثمانیہ (Ottoman Empire) صدیوں تک اسلامی دنیا کا مرکز اور خلافتِ اسلامیہ کی علامت رہی۔ 1299ء میں قائم ہونے والی یہ عظیم سلطنت اپنے عروج کے دوران تین براعظموں (یورپ، ایشیا، اور افریقہ) پر محیط رہی اور عالمِ اسلام کو سیاسی، عسکری، اقتصادی، اور تہذیبی قیادت فراہم کرتی رہی۔ تاہم، انیسویں اور بیسویں صدی میں اندرونی اور بیرونی عوامل کی بنا پر سلطنتِ عثمانیہ زوال پذیر ہوئی اور بالآخر 1924ء میں خلافتِ عثمانیہ کا باضابطہ خاتمہ عمل میں آیا۔ اس کے ساتھ ہی مسلم دنیا ایک نئے دور میں داخل ہوئی، جہاں خلافت کے بغیر اسلامی وحدت کی جستجو اور اسلامی شناخت کی بحالی کے لیے مختلف تحریکیں اور نظریاتی رجحانات سامنے آئے۔ خلافت کے خاتمے کے بعد ترکی میں جدیدیت، قوم پرستی، اور سیکولرازم کے نظریات کو فروغ دیا گیا، جس کی قیادت مصطفیٰ کمال اتاترک نے کی۔ خلافت کے سقوط کے بعد ترکی میں اسلامی شناخت کو دبانے کی کوششیں کی گئیں، اسلامی قوانین منسوخ کر دیے گئے، عربی زبان میں اذان پر پابندی عائد کی گئی، اور اسلامی اداروں کو ریاستی کنٹرول میں لے لیا گیا۔ تاہم، اسلامی تشخص کو زندہ رکھنے اور احیائے خلافت کے نظریے کو فروغ دینے کے لیے مختلف اسلامی تحریکیں ترکی اور دیگر مسلم ممالک میں ابھریں، جن میں اخوان المسلمون، جماعتِ اسلامی، اور دیگر اصلاحی اور سیاسی اسلامی تحریکیں شامل ہیں۔ سلطنتِ عثمانیہ کا زوال بیسویں صدی کی سب سے بڑی سیاسی اور تہذیبی تبدیلیوں میں شمار ہوتا ہے، جس نے مسلم دنیا میں خلافت کے خاتمے اور جدید قومی ریاستوں کے قیام کی راہ ہموار کی۔ 1924ء میں خلافت کے رسمی اختتام کے بعد ترکی نے سیکولرازم اور مغربی اصلاحات کی راہ اختیار کی، جس کے نتیجے میں اسلامی روایات اور اقدار کو ریاستی سطح پر محدود کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ کمال اتاترک کی قیادت میں نافذ کردہ اصلاحات نے ترکی میں مذہبی و سیاسی منظرنامے کو یکسر بدل دیا، جس میں اسلامی اداروں پر پابندیاں، عربی رسم الخط کی تبدیلی، اور مساجد و مدارس پر ریاستی کنٹرول جیسے اقدامات شامل تھے۔ یہ تبدیلیاں نہ صرف ترکی کے اندر بلکہ پوری مسلم دنیا میں شدید ردِعمل کا باعث بنیں۔ کئی اسلامی تحریکیں، جو پہلے عثمانی خلافت کی حمایت میں سرگرم تھیں، نئی صورتِ حال کے پیشِ نظر از سرِنو منظم ہوئیں۔ اخوان المسلمون، جماعتِ اسلامی، اور دیگر عالمی اسلامی تحریکوں نے ترکی کے حالات کو نہ صرف فکری طور پر زیرِ بحث لایا بلکہ اس کا اثر ان کے نظریات میں بھی جھلکنے لگا۔ دوسری طرف، ترکی میں بھی اسلامی رجحانات رکھنے والی تحریکیں، جیسے "نجم الدین اربکان کی ملی سلامی پارٹی" اور بعد میں "رفاہ پارٹی"، اسلامی تشخص کی بحالی کے لیے متحرک ہوئیں۔ یہ تجزیہ سقوطِ خلافتِ عثمانیہ کے بعد ترکی میں اسلامی تحریکوں کے پس منظر، ان کے نظریات، مقاصد، چیلنجز، اور اثرات پر ایک جامع مطالعہ فراہم کرے گا۔ اس تحقیق کے دوران ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ ان تحریکوں نے ترکی کی سیاست، معاشرت، اور اسلامی شناخت پر کیا اثر ڈالا اور یہ تحریکیں عالمی اسلامی تحریکوں کے ساتھ کس حد تک ہم آہنگی رکھتی ہیں۔

اسلامی دنیا میں سیاسی زوال اور اصلاحی تحریکوں کا ارتقاء

دسویں صدی کے بعد اسلامی خلافت کے سیاسی زوال کا آغاز ہوا، جو تیرہویں صدی میں ہلاکو خان کے بغداد پر حملے کے بعد مزید گہرا ہو گیا۔ اسی دوران اندلس میں بھی مسلم اقتدار کمزور ہونے لگا، تاہم عثمانی ترکوں کی طاقت یورپ کے لیے باعثِ خوف بنی رہی۔ سترہویں صدی میں ویانا کے باہر ترکوں کی شکست اور اٹھارہویں صدی میں داخلی کمزوریوں نے سلطنتِ عثمانیہ کی بنیادیں ہلا دیں۔ اس دور میں اصلاحی اور تجدیدی تحریکیں ابھریں، جن میں نجد کی وہابی تحریک، طرابلس کی سنوسی تحریک اور ایران کی بابی تحریک نمایاں تھیں۔ وہابی تحریک نے جزیرۂ عرب میں اسلامی بیداری پیدا کی، جبکہ سنوسی تحریک نے شمالی افریقہ میں اصلاحی اثرات مرتب کیے۔ انیسویں صدی میں ایران میں بابی تحریک نے فکری و قومی شعور کو اجاگر کیا۔ اسی زمانے میں شام اور تیونس میں بھی اصلاحی کوششیں جاری تھیں، اور ترکی میں احرار کی تحریک نے دستوری اصلاحات کا مطالبہ کیا۔ انیسویں صدی کے وسط میں روسی اور فرانسیسی جارحیت کے خلاف مسلم دنیا میں مختلف مزاحمتی تحریکیں بھی چلائی گئیں، جیسے الجیریا میں عبدالقادر کی جدوجہد، وسطِ ایشیا میں نقشبندیہ سلسلے کی تحریک، اور چینی ترکستان میں یعقوب بیگ کی قیادت میں بغاوتیں۔ عثمانی خلافت کے تحفظ کے لیے سلطان عبدالحمید دوم نے "تحریکِ اتحادِ اسلامی" کی بنیاد رکھی، مگر بعض مورخین کے مطابق یہ زیادہ تر ان کے اقتدار کے استحکام کا ذریعہ بنی۔ یہ تمام تحریکیں اسلامی دنیا میں سیاسی، سماجی اور فکری تبدیلیوں کی بنیاد بنیں، جو بیسویں صدی میں مزید گہرے اثرات مرتب کرتی رہیں۔[1]

---

[1] قاضی محمد عبدالغفار، آثار جمال الدین افغانی، الفیصل ناشران وتاجران کتب، 1989، ص 123
Qazi Muhammad Abdul Ghaffar, Aathar Jamaluddin Afghani, Al-Faisal Publishers and Booksellers, 1989, p. 123.

اسلامی نشاۃ ثانیہ میں تبلیغی تحریکوں نے کلیدی کردار ادا کیا، جن میں سنوسی تحریک نمایاں تھی۔ سنوسی اخوان نے شمالی افریقہ میں اسلامی بیداری کو فروغ دیا اور اصلاحی فکر کے لیے راہ ہموار کی۔ انیسویں صدی میں سنوسی، وہابی اور بابی تحریکوں کے ذریعے تجدیدِ اسلام کی کوششیں کی گئیں، مگر مسلمانوں کے زوال کے اسباب کو سب سے زیادہ واضح انداز میں سید جمال الدین افغانی نے بیان کیا۔ انہوں نے اسلامی اصلاحات کے لیے طویل جدوجہد کی اور ترکی میں علمی و تعلیمی اصلاحات کو فروغ دیا۔ اسی دوران، یورپی طاقتوں کے ساتھ مسیحی مبلغین بھی سرگرم ہوئے، مگر اسلامی مبلغین نے افریقہ، چین، جاوا، سماٹرا، ویسٹ انڈیز اور جاپان میں ان کے اثرات کو محدود کر دیا۔ اٹھارہویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے آغاز میں یہ تبلیغی سرگرمیاں اسلامی احیاء کا اہم عنصر ثابت ہوئیں۔

قاضی عبدالغفار اپنی تصنیف میں اسلامی تحریکات کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انیسویں صدی کے نصف اول میں قوم پرستی کی تحریکیں سب سے پہلے مصر میں اور اس کے بعد جلد ہی شام میں شروع ہوئیں۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں ان تحریکات کے خدوخال مزید واضح ہوئے۔ عربوں کی ابتدائی تحریک ترک اقتدار کے خلاف تھی، جس میں نسلی اور وطنی احساسات کا گہرا اثر موجود تھا۔ 1877ء میں روس کے حملوں کے بعد یہ تحریک مزید شدت اختیار کر گئی، اور عربوں کے مختلف علاقے و صوبے خود مختاری اور آزادی کے لیے جدوجہد کرنے لگے۔ کہیں یہ تحریک نسلی بنیادوں پر تھی اور کہیں وطنی جذبات اس کا محرک تھے، مگر زیادہ تر اس کا مرکز وطنی احساس تھا"

سلطان عبدالحمید ثانی نے اپنی تحریک 'اتحادِ اسلامی' کے ذریعے قوم پرستوں کو متحد کرنے کی کوشش کی، مگر عرب قوم پرست مطمئن نہ ہو سکے۔ ترکی حکام کی سختیوں سے بچنے کے لیے بہت سے عرب قوم پرست شام سے فرار ہو کر مصر میں جمع ہو گئے، جہاں ان کا رابطہ شیخ جمال الدین افغانی سے ہوا۔ افغانی خود قومیت اور وطنیت کے نظریات پر کام کر رہے تھے۔ ان کی تحریک اتحادِ اسلامی (پان اسلامزم) میں شامل افراد بھی وطن پرست اور قوم پرست تھے، اور ان کی جدوجہد کسی مذہبی یا فرقہ وارانہ بنیاد پر نہیں تھی، بلکہ وہ تمام اقوام کو متحد کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

مصری سیاست میں، عربی پاشا کی تحریک کا بنیادی نعرہ تھا کہ "مصر مصریوں کے لیے ہے۔" بعد ازاں، مصطفیٰ کامل پاشا (1874-1908ء) اور سعد زغلول پاشا (1860-1927ء) کی قیادت میں بھی یہی نظریہ غالب رہا۔ ایران میں بھی شیخ جمال الدین افغانی کے پیروکاروں نے وطن پرستی، آمریت مخالف جذبات اور آزادی کی جدوجہد کو بنیاد بنایا۔ اسی طرح، ترکی میں بھی جمال الدین افغانی کے ساتھی احرار تھے، جو وطنی مفادات کے تحفظ کے لیے کوشاں تھے۔ تاہم، ان کے نظریات سلطان عبد الحمید کے خیالات سے متصادم تھے۔ ان احرار کا مقصد ترک آمریت کی مخالفت کرتے ہوئے ایک ایسا مرکز قائم کرنا تھا، جس پر اسلامی وحدت کی بنیاد رکھی جا سکے۔ ترکی کی دانشور خاتون، جو انیسویں صدی کے وسط میں چشم دید گواہ تھیں، اس صورتحال پر روشنی ڈالتی ہیں:

"انیسویں صدی کے وسط میں اسلام میں تجدید و اصلاح کی کوششیں شروع ہوئیں، جس میں سنوسی، وہابی اور بابی تحریکیں شامل تھیں۔ لیکن وہ شخصیت جس نے سب سے زیادہ وضاحت کے ساتھ مسلمانوں کے زوال کی وجوہات کو بیان کیا، وہ شیخ جمال الدین افغانی تھے۔ انہوں نے افغانستان میں سختیاں جھیلیں اور مصیبتیں اٹھائیں، مگر اپنے خیالات کے فروغ کے لیے ترکی کا رخ کیا۔ یہاں پہنچ کر، انہوں نے اہلِ علم کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور ان کی کاوشوں سے تعلیمی اصلاحات کی تحریک شروع ہوئی۔ حکومت نے انہیں تعلیمی مجلس کا رکن مقرر کیا، جہاں سے انہوں نے اپنے نظریات کو مزید پھیلانے کا آغاز کیا۔"[2]

یہ تمام تحریکیں، خواہ وہ مصر، ایران، ترکی یا دیگر مسلم ممالک میں رونما ہوئیں، ایک وسیع اسلامی بیداری کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔ ان تحریکوں نے نہ صرف مسلمانوں کو جدید سیاسی و سماجی شعور دیا بلکہ انہیں یورپی تسلط کے خلاف مزاحمت کا راستہ بھی دکھایا۔

تاریخی پس منظر میں اصلاحی تحریکیں

تاریخ میں بے شمار اصلاحی تحریکیں مختلف ادوار میں ابھریں، خصوصاً تیرہویں صدی ہجری کے وسط سے عالمِ اسلام میں ایران، مصر، شام، لبنان، شمالی افریقہ، افغانستان، ترکی اور برصغیر میں متعدد دینی و اصلاحی تحریکیں پیدا ہوئیں۔ ان تحریکوں کا بنیادی مقصد صدیوں کے جمود کو توڑنا اور اسلامی معاشرے کو نئی روح دینا تھا۔ یہ

---

[2] حسن، فاطمہ۔ 'اسلامی تحریکات'، دار الکتب العربیہ، 2001، ص 212
Hasan, Fatimah. Islami Tehrikat, Dar al-Kutub al-Arabiyya, 2001, p. 212.

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تحریکیں کئی پہلوؤں سے مغرب کی استعماری پالیسیوں کے خلاف تھیں اور اسلامی احیاء کے نظریہ کے تحت تشکیل دی گئیں۔اس ضمن میں سید جمال الدین افغانی کی تحریک، وہابی تحریک، سنوسی تحریک،دیوبندی تحریک، بریلوی تحریک اور دیگر اصلاحی کوششیں نمایاں نظر آتی ہیں۔[3]

دینی اصلاحی تحریکوں کا اثر

مسلمانوں کی تاریخ ایسی بے شمار تحریکوں سے بھری ہوئی ہے جنہوں نے کسی مخصوص مقصد کے حصول کے لیے افراد کے خیالات اور رویوں میں تبدیلی لانے کی کوشش کی۔جب بھی اسلامی معاشروں میں دینی انحراف پیدا ہوا، تو ایسی اصلاحی تحریکیں اٹھ کھڑی ہوئیں جنہوں نے عوام کو دین کی طرف دوبارہ متوجہ کرنے کی کوشش کی۔یہ تحریکات بعض اوقات سیاسی، سماجی اور تعلیمی اصلاحات کے لیے بھی متحرک رہیں۔ان کا دائرہ کار محض مذہبی معاملات تک محدود نہیں تھا بلکہ یہ مسلم معاشرے کی فکری، علمی اور سیاسی اصلاح کے لیے بھی سرگرم رہیں۔[4]

قرونِ اولیٰ و وسطیٰ کی دینی واصلاحی تحریکیں

اسلامی تاریخ میں اصلاحی تحریکوں کی ایک مسلسل روایت موجود ہے، جو خلافتِ راشدہ کے بعد بھی جاری رہی۔سیدنا حسن بن علیؓ کی صلح نے امت میں اتحاد پیدا کیا، جبکہ اموی دور میں سیدنا حسینؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، امام زید بن علی اور عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسلامی اقدار کی بحالی کے لیے جدوجہد کی۔دوسری اور تیسری صدی ہجری میں فقہ و حدیث کی تدوین کا کام ہوا، جہاں امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے اسلامی قوانین کو مرتب کیا، جبکہ محدثین نے احادیث کو جمع کرکے امت کے لیے مستند ذخیرہ محفوظ کیا۔قرون وسطیٰ میں بھی مختلف اصلاحی و فکری تحریکیں ابھریں۔محدثین نے حدیث کو محفوظ کیا، امام اشعری نے معتزلہ کے عقل پرست نظریات کا رد کیا، اور صوفیاء نے روحانی اصلاح پر زور دیا، جس میں امام غزالی کی کوششیں نمایاں رہیں۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بدعات کے خلاف علمی و عملی جدوجہد کی، جبکہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے نہ صرف صلیبی جنگوں میں کامیابی حاصل کی بلکہ تعلیمی و سیاسی اصلاحات بھی متعارف کروائیں۔اسلامی دعوتی تحریکوں نے بھی قرون وسطیٰ میں اہم کردار ادا کیا۔تاتاریوں کے خلاف علماء و صوفیاء نے اسلامی دعوت کا کام کیا، جس کے نتیجے میں کئی تاتاری قبائل مسلمان ہوئے۔اسی طرح، ہند، جنوب مشرقی ایشیا اور افریقہ میں بھی اسلام کی تبلیغ جاری رہی۔ان تمام تحریکوں نے اسلامی تعلیمات کو زندہ رکھا اور معاشرتی اصلاح کے لیے جدوجہد جاری رکھی۔[5]

ماضی قریب کی اصلاحی تحریکیں

اسلامی دنیا میں اصلاح و احیائے دین کی کئی تحریکیں اٹھیں، جن میں محمد بن عبد الوہاب (1703-1792ء) کی تحریک نجد، امام شامل (1797-1871ء) کی قفقازی جدوجہد، سید محمد بن علی سنوسی (1787-1859ء) کی افریقی تحریک، سید جمال الدین افغانی (1838-1897ء) کی عالم اسلام میں بیداری کی تحریک، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (1561-1624ء)، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (1703-1762ء)، سید احمد شہید (1786-1831ء) اور شاہ اسماعیل شہید (1779-1831ء) کی تحریکیں قابل ذکر ہیں۔ان سب کا بنیادی مقصد اسلامی تعلیمات کی تجدید اور بدعات کا خاتمہ تھا۔قرون وسطیٰ میں اسلامی دنیا میں بے شمار دینی، علمی، فکری اور اصلاحی تحریکیں وجود میں آئیں، جنہوں نے امت مسلمہ کی فکری و عملی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔ان تحریکوں نے علمی و فکری سطح پر اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے، بدعات کا رد کرنے، اجتہاد کی اہمیت اجاگر کرنے اور اسلام کی دعوت کو دنیا بھر میں پھیلانے میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔

صوفیانہ تحریکیں: ایک تاریخی و فکری جائزہ

---

[3] ڈاکٹر حمید اللہ، "خطبات بہاولپور"، اسلامک ریسرچ سینٹر، 1995، ص 90
Dr. Hamidullah, Khutbat Bahawalpur, Islamic Research Center, 1995, p. 90.

[4] ڈاکٹر علی محمد الصلابی، "تاریخ اصلاحی تحریکات"، دار ابن حزم، 2010، ص 225
Dr. Ali Muhammad al-Sallabi, Tarikh Islahī Tehrikāt, Dar Ibn Hazm, 2010, p. 225.

[5] الذهبي، سير أعلام النبلاء، مؤسسة الرسالة، 2001، ج 12، ص 40
Al-Dhahabi, Siyar A‘lam al-Nubala’, Mu’assasat al-Risalah, 2001, vol. 12, p. 40.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اسلامی تاریخ میں صوفیانہ تحریکوں نے عوام کی روحانی تربیت اور اسلامی تعلیمات کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا۔ ابتدا میں ان تحریکوں کا مقصد تزکیۂ نفس اور سادہ طرزِ زندگی اختیار کرنا تھا، لیکن وقت کے ساتھ بعض خانقاہوں میں جمود اور غیر اسلامی رسوم در آئیں، جن کی اصلاح کے لیے مختلف مجددین نے کوششیں کیں۔ اسلامی دعوت کے اولین مراحل میں نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ نے براہِ راست دین کی اشاعت کی، مگر بعد کے ادوار میں صوفیاء نے روحانی اور عوامی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ حضرت جنید بغدادی، بایزید بسطامی، اور عبدالقادر جیلانی جیسے اکابر صوفیاء نے اسلامی تعلیمات کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ تصوف کے فروغ کے ساتھ ساتھ خانقاہی نظام نے بھی جنم لیا، جو روحانی تربیت اور عوامی اصلاح کا مرکز بنا۔ مگر بعد میں بعض گدی نشینوں نے اس کو ذریعہ معاش بنالیا، اور چند خانقاہیں بدعات اور غیر اسلامی عقائد کا شکار ہو گئیں۔ علامہ ابن خلدون کے مطابق، ابتدائی صوفیاء زہد و تقویٰ میں ممتاز تھے، مگر بعد میں بعض لوگوں نے تصوف کو محض پیشہ بنالیا اور دوسروں کے رزق پر انحصار کرنے لگے۔[6]

مختلف ادوار میں کئی اصلاحی تحریکیں سامنے آئیں، جنہوں نے تصوف کی اصل روح کو بحال کرنے کی کوشش کی۔ شمالی افریقہ میں سید محمد بن علی سنوسی نے اسلامی اصولوں پر مبنی اصلاحی تصوف کی بنیاد رکھی، قفقاز میں امام شامل نے جہاد اور روحانی بیداری کی تحریک چلائی، جبکہ انڈونیشیا میں شیخ احمد دحلان نے تصوف کو غیر اسلامی رسومات سے پاک کرنے کے لیے اصلاحی کوششیں کیں۔ ترکی میں بدیع الزمان سعید نورسی نے اسلامی علوم اور جدید سائنسی افکار کو یکجا کرنے پر زور دیا، جبکہ برصغیر میں مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی تبلیغی جماعت نے عوام کی اصلاح پر توجہ مرکوز رکھی۔ مسلم دنیا میں بادشاہت کا تسلط صدیوں تک برقرار رہا، جہاں حکمران "خلیفہ" کا لقب اختیار کرتے، چاہے ان کا طرزِ حکمرانی اسلامی اصولوں سے مطابقت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ خلفائے راشدین کے بعد شورائیت کمزور پڑ گئی، اور موروثی بادشاہت نے اسلامی سیاست میں جمود پیدا کر دیا۔ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ جب بادشاہت شخصی حکومت میں تبدیل ہو جائے تو وہ عوامی فلاح کے بجائے حکمرانوں کی خواہشات کا ذریعہ بن جاتی ہے یہ اصلاحی اور صوفیانہ تحریکیں اسلامی تاریخ میں نہ صرف روحانی بیداری کا ذریعہ بنیں بلکہ مسلم معاشروں میں دینی و اخلاقی اصلاح کی راہ بھی ہموار کی۔

مسلم دنیا پر استعماری قبضہ اور اس کے نتائج

جب اہلِ یورپ نے سائنسی، عسکری، اور سماجی علوم میں ترقی کی تو انہوں نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر عالمِ اسلام پر یلغار کر دی۔

- 1857ء: ہندوستان میں برطانوی تسلط مکمل ہو گیا۔
- 1830ء: الجزائر پر فرانسیسی قبضہ ہو گیا۔
- 1918ء: پہلی جنگِ عظیم کے بعد سلطنتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوا، اور مسلم دنیا کا بیشتر حصہ مغربی طاقتوں کے زیرِ نگیں آ گیا۔

شیخ عبدالرحمن الجبرتی اس بارے میں لکھتے ہیں:

"جب یورپی طاقتیں اسلامی ممالک میں داخل ہوئیں تو وہ نہ صرف عسکری برتری رکھتی تھیں بلکہ علمی و سائنسی میدان میں بھی مسلمانوں سے کہیں آگے تھیں۔ مسلمانوں کی کمزوری کا بنیادی سبب ان کا تعلیمی زوال تھا"۔[7]

مسلم زوال اور اصلاحی تحریکیں

اس زوال کے دور میں بعض رہنماؤں نے مسلمانوں کو اس کیفیت سے نکالنے کے لیے مختلف نظریات پیش کیے۔ ان میں تین نمایاں گروہ سامنے آئے:

1. سیاسی مزاحمت اور وحدتِ اسلامی کے حامی (مثلاً سید جمال الدین افغانی)

---

[6] ابن خلدون، مقدمہ، ترجمہ: غلام رسول مہر، الفیصل ناشران، لاہور، 2012، ص 354
Ibn Khaldun, Muqaddimah, Translation: Ghulam Rasul Mehr, Al-Faisal Publishers, Lahore, 2012, p. 354.

[7] الجبرتی، عجائب الآثار في التراجم والأخبار، دار الفکر، 1998ء، ج 3، ص 245
Al-Jabarti, Aja'ib al-Athar fi al-Tarajim wa al-Akhbar, Dar Al-Fikr, 1998, Vol. 3, p. 245

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

2. تعلیمی و سماجی اصلاحات کے داعی (مثلاً سر سید احمد خان)

3. روایتی علما اور دینی اصلاح پسند

سید جمال الدین افغانی اور سیاسی بیداری

سید جمال الدین افغانی (1838-1897ء) اسلامی دنیا میں اتحاد اور یورپی سامراج کے خلاف مزاحمت کے علمبردار تھے۔ وہ اس بات کے قائل تھے کہ:

"جب تک مسلمان ایک عالمی اسلامی خلافت کے تحت متحد نہیں ہوں گے، وہ مغربی استعمار کے خلاف کامیاب نہیں ہو سکتے"۔[8]

انہوں نے "پان اسلامزم" (Pan-Islamism) کی تحریک شروع کی، جس کا مقصد تمام مسلم ممالک کو ایک مرکز کے تحت متحد کرنا تھا۔

سید جمال الدین افغانی اور اسلامی وحدت کا تصور

سر سید کے معاصر سید جمال الدین افغانی (1838-1897ء) تھے، جو مسلمانوں کے سیاسی اور فکری اتحاد کے زبردست داعی تھے۔ ان کا تعلق افغانستان اور ایران کے سرحدی علاقے سے تھا، لیکن انہوں نے اپنی پوری زندگی عالمِ اسلام میں سیاسی بیداری پیدا کرنے میں گزاری۔

پان اسلامزم (Pan-Islamism) کی تحریک

افغانی کا بنیادی نظریہ پان اسلامزم تھا، جس کے مطابق تمام مسلم ممالک کو ایک وحدت میں ڈھل جانا چاہیے۔ ان کے مطابق:

"مسلمان خواہ کسی بھی ملک میں رہتے ہوں، وہ ایک ملت کا حصہ ہیں اور انہیں ایک سیاسی اکائی میں ڈھل جانا چاہیے"

انہوں نے ترکی، ایران، مصر، ہندوستان، اور یورپ میں رہ کر اپنے نظریات کو پھیلایا، لیکن استعماری طاقتیں انہیں اپنے لیے خطرہ سمجھتی تھیں، اس لیے انہیں اکثر جلاوطن کیا جاتا رہا۔

افغانی کے شاگرد اور ان کی تحریک کا تسلسل

افغانی کے شاگردوں میں چند نمایاں نام درج ذیل ہیں:

- مصر میں مفتی محمد عبدہ (1849-1905ء)
- جنوبی ایشیا میں مولانا شبلی نعمانی (1857-1915ء)
- عالم عرب میں سید رشید رضا (1865-1935ء)

ان حضرات نے افغانی کے نظریات کو مزید فروغ دیا اور اسلامی حکومت کے قیام کو وقت کی اہم ترین ضرورت قرار دیا۔

اسلامی حکومت کے قیام کی تحریکیں

بیسویں صدی کی ابتدا میں، افغانی کے نظریات عالمِ اسلام کے کئی دانشوروں اور سیاسی رہنماؤں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنے۔ یہ تحریک سیکولر اور روایتی علماء کی تحریکوں کی مخالف تھی اور اس کا بنیادی مقصد اسلامی حکومت کا قیام تھا۔

ہندوستان میں اسلامی حکومت کے حامی مفکرین

- **مولانا ابوالکلام آزاد (1888-1958ء)**

انہوں نے "حکومتِ الٰہیہ" کا تصور پیش کیا، جس کے مطابق اسلامی اصولوں کے مطابق حکومت قائم کرنا ضروری تھا۔

- **علامہ محمد اقبال (1877-1938ء)**

انہوں نے اسلامی ریاست کا نظریہ دیا، جو آگے چل کر قیامِ پاکستان کی بنیاد بنا۔

---

[8] افغانی، الاعمال الکاملۃ، دار الشروق، 2002ء، ص 142
Afghani, Al-A'mal Al-Kamila, Dar Al-Shorouk, 2002, p. 142.

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

وہ مغربی سیکولر جمہوریت کے مخالف تھے اور اسلامی نظامِ حکومت کے حامی تھے۔

- **سید ابوالاعلیٰ مودودی (1903-1979ء)**

انہوں نے اسلام کو محض مذہب کے بجائے ایک مکمل نظامِ حیات کے طور پر پیش کیا۔

جماعتِ اسلامی کے قیام کے ذریعے اسلامی حکومت کے لیے عملی جدوجہد کی۔

- **عالمِ عرب میں اسلامی حکومت کے نظریات**

اخوان المسلمون (1928ء): حسن البنا نے مصر میں اس تحریک کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد اسلامی حکومت قائم کرنا تھا۔

حزب التحریر (1953ء): تقی الدین نبہانی نے اس تحریک کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد پوری دنیا میں اسلامی خلافت کا احیا تھا۔

اسلامی حکومت کے قیام کی فکری بنیادیں

مسلم سیاسی تحریکوں کا ایک بنیادی نکتہ یہ تھا کہ اسلام محض ایک مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل اجتماعی نظام ہے، جس کے عملی نفاذ کے لیے اسلامی حکومت ضروری ہے۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"اسلام کسی فرد کا ذاتی مذہب نہیں، بلکہ ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ اگر حکومت اسلامی اصولوں کے مطابق نہ ہو تو محض نماز و روزہ اسلام کا تقاضا پورا نہیں کرتے"۔[9]

اخوان المسلمون کے بانی حسن البنا کا بھی یہی نظریہ تھا کہ:

"اسلام ایک مکمل نظام ہے، اور اس کا نفاذ حکومت کے بغیر ممکن نہیں" ۔[10]

استعماری دور میں عالمِ اسلام میں تین بڑی سیاسی اور اصلاحی تحریکیں ابھریں:

1. سیکولر تحریکیں – جو مغربی تعلیم اور جمہوری سیاست کی حمایت کرتی تھیں۔
2. روایتی علماء کی تحریکیں – جو دینی علوم کے فروغ اور مذہبی معاشرت کی حامی تھیں۔
3. اسلامی حکومت کے قیام کی تحریکیں – جو اسلامی اصولوں پر مبنی حکومت کو لازمی قرار دیتی تھیں۔

ان تحریکوں نے عالمِ اسلام میں زبردست فکری و عملی اثرات مرتب کیے اور آج بھی ان کے نظریات اسلامی سیاست میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔

فکرِ اسلامی کے احیاء کی تحریکیں

اسلامی تاریخ میں فکری احیاء کی تحریکیں ہمیشہ معاشرے کے ایک مخصوص علمی اور فکری طبقے میں پروان چڑھتی رہی ہیں۔ عمومی طور پر، عوام ان فکری تحریکوں سے براہ راست آگاہ نہیں ہوتے بلکہ ان کا اثر و نفوذ بتدریج سماج کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور دانشورانہ حلقوں میں پھیلتا ہے، جو آگے چل کر ان نظریات کو عملی زندگی میں ڈھالتے ہیں۔

فکری تحریکوں کا ہدف: دانشور طبقہ

فکری تحریکوں کا بنیادی ہدف کسی بھی معاشرے کے وہ افراد ہوتے ہیں جو علمی و فکری صلاحیت رکھتے ہیں اور جو کسی قوم کے فکری و عملی مستقبل کو تشکیل دیتے ہیں۔ یہ طبقہ "انٹلیجنٹسیا (Intelligentsia)" کہلاتا ہے، جس میں درج ذیل گروہ شامل ہوتے ہیں:

---

[9] مودودی، اسلامی ریاست، ادارہ ترجمان القرآن، 1941ء، ص 58
Maududi, Islami Riyasat, Idara Tarjuman-ul-Quran, 1941, p. 58.

[10] البنا، مجموعۃ الرسائل، دار الکتب العلمیہ، 2004ء، ص 97
Al-Banna, Majmu'at al-Rasail, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 2004, p. 97.

1. حکمران اور سیاست دان —جو ملکی سطح پر فیصلے کرتے ہیں۔
2. بڑے کاروباری افراد —جو معیشت کو کنٹرول کرتے ہیں۔
3. مذہبی علماء —جو دینی و فکری راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔
4. بیوروکریٹس —جو انتظامی معاملات چلاتے ہیں۔
5. پروفیشنلز – (Professionals) ادیب، شاعر، ڈاکٹرز، صحافی، انجینئرز، ماہرینِ اقتصادیات وغیرہ۔

یہ طبقہ چونکہ معاشرے میں پالیسی سازی، علم کی اشاعت، اور سماجی رویوں کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے، اس لیے اسلامی احیائی تحریکیں بھی انہی حلقوں کو اپنا مخاطب بناتی ہیں ۔[11]

فکری تحریکوں کے اثرات

اسلامی احیائی تحریکوں کے کئی نمایاں اثرات دیکھنے میں آتے ہیں:

1. تعلیمی اداروں کا قیام — علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، دار العلوم دیوبند، جامعہ ازہر وغیرہ۔
2. اسلامی سیاسی تحریکوں کا آغاز—مسلم لیگ، اخوان المسلمون، جماعت اسلامی وغیرہ۔
3. اسلامی قانون و شریعت کی طرف رجحان—کئی ممالک میں اسلامی قوانین کا نفاذ۔
4. معاشرتی اصلاحات—اسلامی طرزِ حیات کی بحالی اور مغربی ثقافتی اثرات کے خلاف مزاحمت۔

فکر اسلامی کی احیائی تحریکیں ہمیشہ معاشرے کے دانشور طبقے میں پروان چڑھتی ہیں اور عوام تک بالواسطہ پہنچتی ہیں۔ ان تحریکوں نے نہ صرف علمی سطح پر اثر ڈالا بلکہ عملی سیاست، سماجی تبدیلی، اور تعلیمی ترقی میں بھی اپنا کردار ادا کیا۔

سید جمال الدین افغانی اور تحریک پان اسلام ازم

انیسویں صدی میں اسلامی دنیا مغربی استعماری طاقتوں کے تسلط میں تھی۔ اسی پس منظر میں سید جمال الدین افغانی ایک ایسی شخصیت کے طور پر ابھرے، جنہوں نے مسلم دنیا کے سیاسی اور فکری انحطاط کو ختم کرنے کے لیے پان اسلام ازم (Pan-Islamism) کے نظریے کو فروغ دیا۔ ان کی کوششوں کا بنیادی مقصد مسلم ممالک کو متحد کرنا اور ایک مشترکہ اسلامی خلافت کا احیاء تھا۔

حیات و تعلیم

سید جمال الدین افغانی 1838ء میں افغانستان کے قصبہ اسدآباد میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم روایتی اسلامی مدارس میں ہوئی، جہاں انہوں نے علومِ دینیہ، فلسفہ، منطق اور عربی و فارسی زبانوں میں مہارت حاصل کی۔ 1855ء میں وہ ہندوستان تشریف لائے، جہاں کلکتہ میں قیام کیا اور انگریزی زبان سیکھی۔ یہاں انہوں نے استعماری طاقتوں کے عزائم کو قریب سے دیکھا اور ان کے خلاف فکری جدوجہد کا آغاز کیا۔ 1857ء میں وہ افغانستان واپس آئے اور یہاں شیر علی خان کی حکومت میں اہم اصلاحات کا حصہ بنے۔ انہوں نے "جسٹس النہار" کے نام سے ایک اصلاحی جریدہ جاری کیا، لیکن بعد میں سیاسی اختلافات کے باعث انہیں ملک چھوڑنا پڑا۔ سید جمال الدین افغانی نے مسلم دنیا کو درپیش چیلنجز کا بغور مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کی تنزلی کی سب سے بڑی وجہ سیاسی افتراق اور مغربی استعمار کا تسلط ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"مسلمان جب تک اپنے آپ کو مختلف قومیتوں میں تقسیم کرتے رہیں گے، وہ مغربی طاقتوں کے غلام ہی رہیں گے۔ ان کی نجات صرف اس میں ہے کہ وہ ایک عالمی اسلامی اتحاد قائم کریں" ۔[12]

---

[11] مودودی، اسلامی ریاست، ادارہ ترجمان القرآن، 1941ء، ص 78
Al-Banna, Majmu'at al-Rasail, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 2004, p. 97.

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

پان اسلام ازم کے بنیادی نکات:

1. مسلم ممالک میں یورپی استعمار کے خلاف مزاحمت
2. تمام اسلامی ممالک کے اتحاد کی کوششیں
3. اسلامی خلافت کا احیاء
4. جدید سائنسی اور تعلیمی ترقی کو اپنانا

پان اسلام ازم کے عملی اقدامات

1. افغانی 1869ء میں مصر پہنچے، جہاں انہوں نے جامعہ الازہر میں قیام کیا۔انہوں نے روایتی تصوف پر تنقید کرتے ہوئے اسلامی معاشرتی و سیاسی اصلاحات پر زور دیا۔
2. 1870ء میں وہ ترکی چلے گئے، جہاں انہوں نے مختلف علمی و فکری لیکچرز دیے۔ تاہم، عثمانی علماء نے ان کے خیالات کی مخالفت کی اور ان پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔
3. 1879ء میں جب وہ ہندوستان واپس آئے تو انہوں نے "الدھریہ" اور "نیچریت" کے خلاف تحریریں لکھیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"اسلامی تہذیب نہ تو جمود کو قبول کرتی ہے اور نہ ہی مغربی تہذیب کی اندھی تقلید۔ مسلمانوں کو اپنے اصل اصولوں کی طرف رجوع کرنا ہوگا"[13]

افغانی کی عالمی سرگرمیاں

1882ء میں وہ روس گئے، جہاں انہوں نے کمیونزم کے خلاف لیکچرز دیے۔ ان کا پیغام علامہ اقبال نے "جاوید نامہ" میں بھی نقل کیا ہے۔ افغانستان میں قیام کے دوران انہوں نے "کابل" کے نام سے ایک جریدہ جاری کیا اور "محمۃ البیان" نامی کتاب شائع کی۔ انہوں نے پیرس میں قیام کیا اور وہاں سے "العروۃ الوثقیٰ" نامی رسالہ جاری کیا، جس میں اسلامی اتحاد کی وکالت کی گئی۔

فرانس میں قیام (1883ء-1888ء) اور العروۃ الوثقیٰ

افغانی نے فرانس میں پانچ سال تک قیام کیا اور 1884ء میں "العروۃ الوثقیٰ" کے نام سے ایک مجلہ جاری کیا۔ اس مجلے کے پانچ بنیادی مقاصد درج ذیل تھے:

1. عالمِ اسلام کی سیاسی آزادی
2. اسلامی نظام کے قیام کی دعوت
3. جدید سائنسی علوم کی تشکیلِ جدید کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرنا
4. اسلامی دعوت کو جدید اسلوب میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے سامنے پیش کرنا
5. مسلمانوں کو جدید علوم کے حصول کی طرف راغب کرنا

افغانی لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے علمی ورثے کو جدید اسلوب میں دنیا کے سامنے پیش کریں، تاکہ اسلام کی حقانیت اور اس کی ترقی پسندی ثابت ہو سکے۔"[14]

---

[12] افغانی، خطباتِ افغانی، دار الفکر، 1981ء، ص 54
Afghani, Khutbat-e-Afghani, Dar al-Fikr, 1981, p. 54.

[13] افغانی، مقالاتِ افغانی، مکتبہ اسلامیہ، 1964ء، ص 102
Afghani, Maqalat-e-Afghani, Maktaba Islamiya, 1964, p. 102.

[14] افغانی، العروۃ الوثقیٰ، دار الفکر، 1884ء، ص 76

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اسلام اور سائنس پر افغانی کی فکر

فرانس میں قیام کے دوران افغانی نے مشہور فرانسیسی مستشرق ارنست رینان (Ernest Renan) کی کتاب Islam and Science کے رد میں ایک مدلل مضمون لکھا۔ رینان نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ اسلام اور سائنسی ترقی ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

افغانی نے اس کے جواب میں لکھا:

"یہ کہنا کہ اسلام سائنس اور ترقی کے خلاف ہے، ایک سنگین غلطی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک مسلمان اپنے مذہب پر قائم رہے، وہ علمی ترقی میں سب سے آگے تھے۔"[15]

ایران میں سیاسی سرگرمیاں (1889ء-1891ء)

افغانی 1889ء میں ایران تشریف لے گئے اور وہاں ایک فکری و انقلابی تحریک کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے اپنے ارد گرد ایسے افراد کو جمع کیا جو شاہ ایران ناصر الدین شاہ کے خلاف اصلاحات کا مطالبہ کر رہے تھے۔

ناصر الدین شاہ اور افغانی کا اختلاف

افغانی نے ایران میں اصلاحات کی بات کی، لیکن ناصر الدین شاہ نے انہیں اپنا دشمن سمجھا۔ جب افغانی کے خیالات کو عوامی مقبولیت حاصل ہوئی تو شاہ ایران نے انہیں ایران سے نکال دیا۔ ایران میں افغانی کے ساتھ ہونے والے سلوک کے خلاف شدید عوامی رِدِعمل سامنے آیا، یہاں تک کہ ناصر الدین شاہ کو 1896ء میں قتل کر دیا گیا۔

لندن میں قیام اور ضیاء الخافقین کی اشاعت (1891ء-1892ء)

ایران سے نکالے جانے کے بعد افغانی 1891ء کے اوائل میں لندن چلے گئے۔ یہاں انہوں نے "ضیاء الخافقین" کے نام سے ایک نیا جریدہ جاری کیا، جس کے بعض اقتباسات بعد میں "المنار" (مصر) میں بھی شائع ہوئے۔

افغانی لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا خطرہ ان کی سیاسی بے حسی ہے۔ جب تک وہ متحد نہیں ہوں گے، غلامی ان کا مقدر رہے گی۔"[16]

ترکی میں نظر بندی اور زہر دیے جانے کا واقعہ

1892ء میں افغانی کو ترکی کے سلطان عبد الحمید ثانی کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا، جس میں لکھا تھا کہ وہ ترکی آکر اپنے نظریات کی تبلیغ کریں۔ سلطان نے انہیں قیام و طعام کا انتظام اور مالی اعانت دینے کی بھی پیشکش کی۔ افغانی نے جب دیکھا کہ سلطان عبد الحمید محض اپنے اقتدار کو مضبوط بنانے کے لیے اسلامی خلافت کا استعمال کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ اس پر سلطان نے غصے میں آکر انہیں نظر بند کر دیا۔ 1892ء سے 1896ء تک وہ تقریباً پانچ سال نظر بندی میں رہے۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں افغانی ان کے خلاف بغاوت کو منظم نہ کر دیں، چنانچہ 1897ء میں انہیں زہر دے دیا گیا۔

سید جمال الدین افغانی نے اپنی زندگی مسلمانوں کے اتحاد، اسلامی نشاۃ ثانیہ اور مغربی استعمار کے خلاف جدوجہد میں بسر کی۔

Afghani, Al-Urwah al-Wuthqa, Dar al-Fikr, 1884, p. 76.

[15] افغانی، مقالاتِ افغانی، مکتبہ اسلامیہ، 1964ء، ص 112

Afghani, Maqalat-e-Afghani, Maktaba Islamiya, 1964, p. 112

[16] افغانی، ضیاء الخافقین، لندن پریس، 1892ء، ص 45

Afghani, Diya al-Khafiqayn, London Press, 1892, p. 45.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ان کی فکر نے کئی اسلامی تحریکوں کو متاثر کیا، جن میں شامل ہیں:

1. اخوان المسلمون (حسن البنا)
2. تحریکِ خلافت (برصغیر)
3. علامہ اقبال کا تصورِ خودی
4. اسلامی تحریکیں (مودودی، حسن الترابی، خمینی)

افغانی کا پیغام آج بھی مسلم دنیا کے لیے ایک رہنمائی کا سرچشمہ ہے، اور ان کے نظریات پر تحقیق و عمل کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے۔

مدحت پاشا اور مصطفیٰ فاضل پاشا کی جدوجہد

مدحت پاشا

مدحت پاشا (1822-1883ء) سلطنتِ عثمانیہ کے ایک نامور سیاستدان اور اصلاح پسند رہنما تھے۔ وہ جدید ترکی میں جمہوری اور آئینی حکومت کے اولین معماروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کا اصل نام احمد شفیق تھا، مگر وہ مدحت کے نام سے معروف ہوئے۔ انہوں نے عثمانی سلطنت میں دستوری اصلاحات کے لیے انتھک جدوجہد کی اور مطلق العنان حکمرانی کے خلاف عوامی شعور بیدار کیا۔ مدحت پاشا 1822ء میں قسطنطنیہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی طور پر عربی اور فارسی زبان میں تعلیم حاصل کی اور بعد میں فرانسیسی زبان بھی سیکھی۔ ان کی تعلیمی قابلیت نے انہیں عثمانی بیوروکریسی میں ایک اہم مقام دلایا۔ وہ ابتدا میں بابِ عالی میں ملازم رہے اور رشید پاشا کی سرپرستی میں جدید اصلاحی نظریات سے روشناس ہوئے۔ ان کے دورِ ملازمت میں مختلف عہدوں پر فائز رہنے کا موقع ملا، جن میں نیش اور طونہ کی گورنری شامل تھی۔ ان علاقوں میں انہوں نے انتظامی اصلاحات نافذ کیں، جنہیں بعد میں پورے سلطنتِ عثمانیہ میں پھیلانے کی کوشش کی گئی۔ مدحت پاشا نے سلطنتِ عثمانیہ میں آئینی اصلاحات متعارف کرانے کا بیڑا اٹھایا۔ ان کے پیش کردہ اصلاحی منصوبے کو سلطان عبدالعزیز نے جزوی طور پر قبول کیا، لیکن کچھ ہی عرصے بعد سلطان نے ان پر اعتراضات شروع کر دیے۔ 1866ء میں انہیں عراق کا گورنر مقرر کیا گیا، جہاں انہوں نے جدید تعلیمی ادارے قائم کیے اور زراعت و عدالتی نظام میں اصلاحات متعارف کرائیں۔ قاضی عبدالغفار لکھتے ہیں:

"مدحت پاشا کی اصلاحات نے عثمانی عوام میں ایک نئی بیداری پیدا کی، لیکن قدامت پسند حلقے اور شاہی درباران کے نظریات سے خائف تھے۔"[17]

مدحت پاشا نے 1876ء میں ایک آئینی حکومت کے قیام کے لیے سلطان عبدالعزیز کے خلاف بغاوت کی اور انہیں معزول کر کے سلطان مراد پنجم کو تخت پر بٹھایا۔ تاہم، مراد پنجم ذہنی طور پر کمزور ثابت ہوئے اور جلد ہی سلطان عبدالحمید ثانی (1842-1918ء) کو تخت پر بٹھایا گیا۔ سلطان عبدالحمید نے ابتدا میں مدحت پاشا کی حمایت کی اور انہیں وزیرِ اعظم مقرر کیا، مگر جلد ہی ان کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ سے خائف ہو کر انہیں جلاوطن کر دیا۔ سلطان عبدالحمید نے 1883ء میں انہیں طائف میں نظر بند کر دیا، جہاں انہیں خفیہ طور پر قتل کر دیا گیا۔

برنارڈ لیوس لکھتے ہیں:

"مدحت پاشا کا قتل عثمانی تاریخ کے سیاہ ابواب میں سے ایک ہے۔ وہ جمہوریت کے ایک حقیقی معمار تھے، جن کی اصلاحات نے جدید ترکی کی بنیاد رکھی۔"[18]

---

[17] قاضی عبدالغفار، مدحت پاشا: ترکی میں دستوریت کی تحریک، مکتبہ معارف، 1956ء، ص 112
Qazi Abdul Ghaffar, Midhat Pasha: Turkey Mein Dastooriyat Ki Tehreek, Maktaba Ma'arif, 1956, p. 112.

[18] برنارڈ لیوس، The Emergence of Modern Turkey، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1961ء، ص 234

مصطفیٰ فاضل پاشا: عثمانی اصلاحات کے ایک معمار

مصطفیٰ فاضل پاشا (1829-1875ء) بھی سلطنتِ عثمانیہ میں اصلاحات کے ایک اہم حامی تھے۔ وہ مصر کے والی محمد علی پاشا کے پوتے اور نامور سیاستدان تھے۔ وہ فرانسیسی افکار سے متاثر تھے اور عثمانی سلطنت میں جمہوری اصلاحات کے حامی تھے۔ مصطفیٰ فاضل پاشا نے مدحت پاشا کے ہمراہ دستوریت کی تحریک میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے عثمانی نوجوانوں کو جدید تعلیمی نظام سے روشناس کرانے کے لیے کئی ادارے قائم کیے۔ ان کی حمایت میں لکھے گئے خطوط اور بیانات یورپی اخبارات میں شائع ہوتے رہے، جس کی وجہ سے وہ دربار کے غیظ و غضب کا شکار ہو گئے۔ مدحت پاشا اور مصطفیٰ فاضل پاشا کی جدوجہد نے جدید ترکی میں جمہوری اقدار کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کی اصلاحات نے مصطفیٰ کمال اتاترک اور جدید ترکی کے دیگر رہنماؤں کو آئینی حکومت کے قیام کی راہ دکھائی۔

ابوالاحرار مدحت پاشا (1822-1883ء) کا اصل نام احمد شفیق تھا۔ وہ ملتِ عثمانیہ میں تحریکِ قوم پرستی کے بانیوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ابتدائی طور پر انہوں نے عربی و فارسی علوم حاصل کیے اور بعد ازاں فرانسیسی زبان میں مہارت حاصل کی۔ انہیں سلطنتِ عثمانیہ میں مختلف حکومتی عہدوں پر کام کرنے کا موقع ملا، جہاں انہوں نے اصلاحات متعارف کرانے کی بھرپور کوشش کی۔

1857ء میں بلغاریہ میں بغاوت کو کچلنے کے بعد، انہیں نیش کی گورنری دی گئی، جہاں انہوں نے داخلی نظم و نسق کے متعلق اصلاحی تجاویز مرتب کیں۔ یہ تجاویز سلطان کو بہت پسند آئیں، اور انہیں سلطنت بھر میں اصلاحات مرتب کرنے کا حکم دیا گیا۔ 1866ء میں مجلس حکومت کے قواعد میں ترمیم کروانے کے بعد، انہیں عراق بھیج دیا گیا تاکہ وہاں کے حالات بہتر بنا سکیں۔

جدوجہد اور عزم

مدحت پاشا سلطنت کی بہتری کے لیے پارلیمانی نظام کے قیام کے حامی تھے۔ ان کی اصلاحات کو روکنے کے لیے اس وقت کے وزیر اعظم ندیم پاشا سخت مزاحمت کر رہے تھے، مگر مدحت پاشا اپنے مقاصد سے پیچھے نہ ہٹے۔ بالآخر، انہوں نے اپنی جماعت کو منظم کر کے شیخ الاسلام سے فتویٰ حاصل کیا اور سلطان عبدالعزیز کو معزول کر دیا۔ اس کے بعد، سلطان عبدالحمید ثانی کو تخت پر بٹھایا گیا، جنہوں نے ابتدائی طور پر مدحت پاشا کی اصلاحات سے اتفاق کیا۔ تاہم، جب مدحت پاشا کی طاقت میں اضافہ ہوا اور سلطان کے اختیارات کم ہونے لگے، تو سلطان نے ان پر سازش کا الزام عائد کر کے انہیں جلاوطن کر دیا۔ بعد ازاں، انہیں سمرنا کا گورنر مقرر کیا گیا لیکن کچھ ہی عرصے بعد سلطان عبدالعزیز کے قتل کے الزام میں گرفتار کر کے انہیں سزائے موت سنادی گئی۔ برطانوی سفیر کی مداخلت کے بعد، ان کی سزائے موت کو نظر بندی میں تبدیل کر دیا گیا، لیکن 26 جولائی 1883ء کو انہیں طائف کے قلعے میں قتل کر دیا گیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد مدحت پاشا کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ منزل ایک اولوالعزم شخصیت کے ظہور کی منتظر تھی، یہ اولوالعزمی مدحت پاشا کی شخصیت میں ظاہر ہو گئی۔ مدحت اس راہ کا پہلا قتیل و شہید ہے۔"

مصطفیٰ فاضل پاشا: جدیدیت کے داعی

انیسویں صدی کے وسط میں سلطنت عثمانیہ میں اصلاحات کا آغاز ہوا، جو عام طور پر مدحت پاشا سے منسوب کیا جاتا ہے، لیکن درحقیقت اس تحریک کے اصل بانی مصطفیٰ فاضل پاشا (1830-1875ء) تھے۔ وہ محمد علی پاشا کے پوتے اور ابراہیم پاشا کے بیٹے تھے۔ ابتدائی تعلیم مصر میں حاصل کرنے کے بعد، انہوں نے فرانسیسی زبان سیکھی اور یورپی علوم و تمدن کا گہرا مطالعہ کیا۔ جب انہیں وزیرِ مالیات مقرر کیا گیا، تو انہوں نے تعلیمی اور سماجی اصلاحات کا آغاز کیا۔ ان اصلاحات کے نتیجے میں ایک نئی جماعت پیدا ہوئی جس کے معروف افراد میں عالی پاشا، فواد پاشا اور دیگر شامل تھے۔

حریت پسندی اور قربانی

سلطان عبدالعزیز کے زمانے میں سلطنت میں ابتری بڑھتی جا رہی تھی، مگر کسی کو جرأت نہیں تھی کہ وہ سلطان کو اصلاحات پر آمادہ کرے۔ ایسے میں مصطفیٰ فاضل پاشا نے "لائحہ اصلاحیہ" نامی ایک خط سلطان کے نام لکھا، جس میں اصلاحات کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"یہ دراصل ایک مکتوب ہے جو سلطان عبدالعزیز کے نام لکھا گیا تھا۔مصطفیٰ فاضل نے یہ مکتوب علماء میں لکھا، بذات خاص سلطان کے حوالہ کیا۔[19]

اس جرأت کا خمیازہ انہیں جلاوطنی کی صورت میں بھگتنا پڑا۔فرانس کے دباؤ پر وہ اپنی مصری جائیداد سے محروم ہونے سے تو بچ گئے، مگر انہیں پیرس جلاوطن ہونا پڑا۔ وہاں انہوں نے نوجوان ترکوں کی تربیت کی، جن میں نامق کمال، ضیاء پاشا اور سعداللہ پاشا جیسے افراد شامل تھے، جو بعد میں ترکی کے فکری انقلاب کے معمار بنے۔مدحت پاشا اور مصطفیٰ فاضل پاشا سلطنت عثمانیہ میں اصلاحات کے حقیقی معمار تھے۔ان کی جدوجہد نے ترکی میں جدیدیت، قوم پرستی اور جمہوری اقدار کی بنیاد رکھی۔مدحت پاشا نے اپنی جان دے کر جمہوری اصولوں کو مستحکم کیا، جبکہ مصطفیٰ فاضل پاشا نے فکری اور سیاسی میدان میں نئی راہیں متعین کیں۔ان کی قربانیوں کے بغیر جدید ترکی کی تشکیل ممکن نہ ہوتی۔

ترکی میں اسلامی تحریکوں کا عروج

1980ء کے عشرے میں وزیر اعظم ترگت اوزال کی معاشی اصلاحات نے نجی سرمایہ کاری کو فروغ دیا، جس سے مذہبی کاروباری حلقے مستحکم ہوئے۔دیہی آبادی کی شہروں کی طرف نقل مکانی کے بعد اسلام پسند تنظیموں نے تعلیم، صحت اور روزگار میں مدد فراہم کر کے عوامی مقبولیت حاصل کی۔1970ء کے عشرے میں سیاسی عدم استحکام کے دوران فوجی حکومت نے مذہبی قوتوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اسلامی تعلیم کو فروغ دیا۔1990ء کی دہائی میں رفاہ پارٹی نمایاں ہوئی اور 1996ء میں نجم الدین اربکان ترکی کے پہلے اسلام پسند وزیر اعظم بنے، مگر 1997ء میں فوجی دباؤ کے باعث مستعفی ہوئے۔بعد ازاں، ان کے شاگرد رجب طیب اردوغان نے 2001ء میں جسٹس اینڈ ڈیولپمنٹ پارٹی (AKP) قائم کی، جو 2002ء سے ترکی میں اسلامی نظریات کو فروغ دے رہی ہے۔[20]

ملی گورش تحریک اور نجم الدین اربکان

ملی گورش تحریک استاد بدیع الزماں سعید نورسی کے نظریات کی پرچارک تھی۔یہ تحریک بیسویں صدی کے وسط میں ترکی میں اسلام پسندی کی ایک بڑی لہر کے طور پر ابھری۔اس تحریک کا بنیادی مقصد ترکی میں اسلامی اقدار کا احیاء، معاشرتی اصلاحات، اور سیاست میں اسلامی نظریات کا فروغ تھا۔ملی گورش تحریک کے نتیجے میں ترکی کے عوام میں دینی رجحان میں اضافہ ہوا، اور اس نے ایک منظم جماعت کی شکل اختیار کر لی، جس کے اثرات بعد میں ترکی کی سیاست میں نمایاں نظر آئے۔

نجم الدین اربکان کی زندگی اور تعلیمی پس منظر

پروفیسر نجم الدین اربکان ترکی کی شمالی سرحد پر بحر اسود کے ساحلی شہر سینوب میں 1926ء میں پیدا ہوئے۔ان کے والد محمد صبری سلجوقی سرداروں کے ایک معزز قبیلے 'ہواوغلو لیری' سے تعلق رکھتے تھے۔ان کے دادا، جو سلطنت عثمانیہ کے آخری وزیر خزانہ تھے، کے خاندان کو بعد میں 'اربکان' کا لقب دیا گیا۔

ڈاکٹر عبیداللہ فہد اربکان کی تعلیمی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"1943ء میں ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ استنبول یونیورسٹی کے انجینئرنگ کالج میں داخل ہوئے، جہاں انھوں نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور براہ راست دوسرے سال میں داخلہ حاصل کیا۔1948ء میں فرسٹ ڈویژن کے ساتھ کامیابی حاصل کرنے کے بعد، وہ یونیورسٹی میں بطور لیکچرار تعینات ہو گئے۔1951ء تک انہوں نے کئی تحقیقی مقالے تحریر کیے اور اپنی پی ایچ ڈی مکمل کی، جس کے بعد انھیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا گیا۔1952ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد، وہ کچھ عرصہ یورپ میں تحقیقی کام میں مصروف رہے اور پھر واپس ترکی آ کر تدریس و تحقیق سے وابستہ ہو گئے۔"[21]

---

[19] ابوالکلام آزاد، غبارِ خاطر، مکتبہ جامعہ، 1996ء، ص 232
Abul Kalam Azad, Ghubar-e-Khatir, Maktaba Jamia, 1996, p. 232.

[20] احمد داوداوغلو، "ترکی میں اسلام اور سیاست"، دار النشر العربی، قاہرہ، 2005ء، ص 210
Ahmet Davutoğlu, Islam and Politics in Turkey, Dar Al-Nashr Al-Arabi, Cairo, 2005, p. 210

[21] عبیداللہ فہد، "اسلامی تحریکیں اور مسلم سیاستدان"، دارالسلام، 2005ء، ص 211
Ubaidullah Fahd, Islamic Movements and Muslim Politicians, Dar Al-Salam, 2005, p. 211.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

1969ء میں نجم الدین اربکان نے ترکی میں اسلامی سیاست کے احیاء کے لیے نیشنل آرڈر پارٹی (Milli Nizam Partisi) قائم کی، لیکن 1971ء میں فوجی بغاوت کے بعد اس پر پابندی لگادی گئی۔اس کے بعد 1972ء میں انہوں نے نیشنل سیلویشن پارٹی (Milli Selamet Partisi) کی بنیاد رکھی، جو 1973ء کے انتخابات میں کامیابی حاصل کر کے ترک پارلیمان میں داخل ہوئی۔1996ء میں اربکان وزیراعظم منتخب ہوئے اور انہوں نے اسلامی اقدار کے فروغ کے ساتھ معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے اقدامات کیے، تاہم سیکولر حلقوں اور فوج کے دباؤ کے باعث انہیں ایک سال کے اندر ہی عہدہ چھوڑنا پڑا۔ان کی جدوجہد نے ترکی میں اسلام پسندوں کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کی، جس پر بعد میں رجب طیب اردگان اور جسٹس اینڈ ڈیولپمنٹ پارٹی (AKP) نے اپنی سیاست کو استوار کیا۔

ملی نظام پارٹی اور نجم الدین اربکان: ترکی میں اسلامی سیاست کا ارتقاء

نجم الدین اربکان کی ابتدائی زندگی اور سیاسی سفر ترکی کی اسلامی سیاست میں ایک اہم باب کی حیثیت رکھتا ہے۔وہ 1926ء میں بحر اسود کے ساحلی شہر سینوب میں پیدا ہوئے۔ان کے والد محمد صبری کا تعلق سلجوقی سرداروں کے قبیلے "ہواوغلولیری" سے تھا، اور ان کے دادا سلجوقی دور کے آخری وزیر خزانہ تھے۔1943ء میں اربکان نے ثانوی تعلیم مکمل کی اور استنبول انجینئرنگ کالج میں داخلہ لیا، جہاں سے 1948ء میں فرسٹ ڈویژن کے ساتھ گریجویشن مکمل کیا۔وہ یونیورسٹی میں لیکچرار مقرر ہوئے اور 1952ء میں پی ایچ ڈی مکمل کر کے پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوگئے۔سیاسی میدان میں اربکان نے 1969ء کے انتخابات میں جسٹس پارٹی کے ٹکٹ پر حصہ لینے کی کوشش کی، مگر ناکامی کے بعد آزاد امیدوار کی حیثیت سے کامیابی حاصل کی۔1970ء میں انہوں نے "ملی نظام پارٹی" (MNP) قائم کی، جسے فوجی حکومت نے جلد ہی کالعدم قرار دے دیا۔اس کے بعد 1972ء میں اربکان نے "قومی نجات پارٹی" (MSP) کی بنیاد رکھی، جو 1973ء کے انتخابات میں نمایاں کارکردگی دکھانے میں کامیاب رہی اور حکومت میں شامل ہوگئی۔1980ء کی فوجی بغاوت کے بعد MSP پر بھی پابندی لگادی گئی۔

1983ء میں اربکان نے "رفاہ پارٹی" (RP) قائم کی اور عوامی فلاحی منصوبوں کے ذریعے اپنی مقبولیت میں اضافہ کیا۔1995ء کے انتخابات میں رفاہ پارٹی نے بڑے شہروں میں کامیابی حاصل کی، جس میں استنبول اور انقرہ شامل تھے۔1996ء میں اربکان ترکی کے وزیراعظم منتخب ہوئے، لیکن سیکولر قوتوں کے دباؤ کی وجہ سے انہیں ایک سال بعد مستعفی ہونا پڑا۔رفاہ پارٹی کی کامیابی میں عوامی نیٹ ورک، خاص طور پر خواتین کارکنوں نے اہم کردار ادا کیا، جو گھر گھر جاکر تعلیم اور صحت کی سہولیات فراہم کرتی تھیں۔اربکان کی جدوجہد نے ترکی میں اسلامی سیاست کی مضبوط بنیاد رکھی، جس پر بعد میں جسٹس اینڈ ڈیولپمنٹ پارٹی (AKP) نے اپنی سیاست استوار کی۔[22]

نجم الدین اربکان نے اسلامی ریاست کے قیام کو اپنی سیاست کا بنیادی محور بنایا۔پاکستان کے دورے کے دوران انہوں نے جنرل ضیاء الحق سے ملاقات کی اور اسلامی اصولوں پر مبنی ریاست کے قیام کی ضرورت پر زور دیا۔ان کے مطابق، ایک اسلامی ریاست کا قیام اسی وقت ممکن ہے جب اسلام کو ریاستی نظام کا لازمی حصہ بنایا جائے۔ترکی میں اسلامی سیاست کے فروغ میں ملی سلامت پارٹی (MSP) ایک اہم جماعت تھی، جو نجم الدین اربکان کی قیادت میں قائم کی گئی۔اس کا مقصد ترکی میں اسلامی اقدار کا احیا اور سیکولرازم کے اثرات کو کم کرنا تھا۔1960ء کی دہائی میں ترکی میں سیاسی اور سماجی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔1971ء میں فوج نے مداخلت کر کے ملی نظام پارٹی (MNP) کو ختم کر دیا، جس کے بعد 1972ء میں نجم الدین اربکان نے ملی سلامت پارٹی (MSP) قائم کی۔1973ء کے انتخابات میں پارٹی نے 11.8 فیصد ووٹ حاصل کیے اور 48 نشستوں کے ساتھ پارلیمنٹ میں داخل ہوئی، جس سے یہ واضح ہوا کہ ترکی میں اسلامی سیاست کے لیے گنجائش موجود ہے

[22] عبیداللہ فہد، ترکی میں اسلامی تحریکیں، دار النور، 2015، ص 173
Ubaidullah Fahd, Islamic Movements in Turkey, Dar Al-Noor, 2015, p. 173.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ملی سلامت پارٹی نے اسلامی شناخت کی بحالی کے لیے کئی اقدامات کیے، جن میں اسلامی تعلیم، عوامی فلاح و بہبود، اور مغربی استعمار کے خلاف مضبوط موقف شامل تھا۔ یہ پارٹی ترکی میں اسلامی تشخص کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ صحت، تعلیم، اور فلاحی منصوبوں کے ذریعے عوام میں مقبول ہوئی۔ تاہم، سیکولر اسٹیبلشمنٹ کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا رہا۔ 1978 میں ایران میں اسلامی انقلاب آیا، جس نے ترکی کے اسلامی حلقوں کو مزید متحرک کر دیا۔ MSP کے کارکنان نے مغربی استعمار کے خلاف مزید جوش و خروش کے ساتھ سرگرمیاں شروع کیں، جس سے پارٹی کا سیاسی اثر و رسوخ بڑھنے لگا۔ 1979ء میں ترکی میں سیاسی بحران بڑھ گیا اور فوجی قیادت کو خدشہ ہونے لگا کہ اسلامی تحریک زیادہ مضبوط ہو رہی ہے۔ 12 ستمبر 1980ء کو فوج نے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور MSP پر پابندی لگا دی۔ نجم الدین اربکان سمیت کئی رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا، لیکن یہ جدوجہد ختم نہ ہوئی اور بعد میں اسی بنیاد پر رفاہ پارٹی اور جسٹس اینڈ ڈیولپمنٹ پارٹی (AKP) کی راہ ہموار ہوئی۔

MSP کی پابندی کے باوجود ترکی میں اسلامی تحریک ختم نہیں ہوئی۔ عوام میں اسلامی جذبات مزید تقویت پکڑتے گئے، اور اربکان نے بعد میں رفاہ پارٹی (RP) کی بنیاد رکھی، جو 1995ء میں ترکی کی سب سے بڑی جماعت بن کر ابھری۔ یہ تمام واقعات اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ ترکی میں اسلامی سیاست ایک مسلسل عمل کا حصہ رہی ہے، جس نے وقت کے ساتھ مختلف مراحل طے کیے۔[23]

رجب طیب اردگان: ترکی میں اسلام پسند سیاست کا عروج

رجب طیب اردگان (پیدائش: 1954ء) ترکی کی سیاسی تاریخ میں ایک نمایاں شخصیت کے طور پر ابھرے، جنہوں نے اسلام پسند سیاست کو ایک نئی سمت دی۔ 1998ء میں رفاہ پارٹی پر پابندی کے بعد ترکی میں اسلام پسند سیاست دو دھڑوں میں تقسیم ہوئی، جن میں سعادت پارٹی اور انصاف و ترقی پارٹی (AKP) شامل تھیں۔ اردگان نے اپنی ابتدائی تعلیم ایک دینی مدرسے میں حاصل کی اور بعد ازاں مرمرہ یونیورسٹی سے معاشیات میں گریجویشن کیا۔ 1994ء میں استنبول کے میئر منتخب ہونے کے بعد، انہوں نے کرپشن کے خاتمے، بنیادی سہولیات کی بہتری اور شفاف حکمرانی کے ذریعے عوام میں زبردست مقبولیت حاصل کی۔ 1997ء میں اربکان کی حکومت کے خاتمے اور فوجی دباؤ کے بعد اردگان اور عبداللہ گل نے 2001ء میں انصاف و ترقی پارٹی (AKP) کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد ترکی کو جمہوری اور اقتصادی طور پر مستحکم کرنا تھا۔ 2002ء کے انتخابات میں AKP نے 34 فیصد ووٹ حاصل کیے اور حکومت قائم کی۔ اس کامیابی میں کرپشن سے نالاں عوام، معاشی بحران اور اسلامی شناخت کے احیاء جیسے عوامل نے اہم کردار ادا کیا۔ اقتدار میں آتے ہی اردگان نے کئی اصلاحات نافذ کیں، جن میں معیشت کو مستحکم کرنے، انفراسٹرکچر کی ترقی، یورپی یونین سے تعلقات کو فروغ دینے اور اسلامی شناخت کے احیاء کے اقدامات شامل تھے۔ ان کی حکومت نے حجاب پر عائد پابندیوں میں نرمی کی، مذہبی تعلیم کو فروغ دیا اور مساجد کی تعمیر پر توجہ دی۔

2007ء اور 2011ء کے انتخابات میں AKP کی مقبولیت مزید بڑھی، اور اردگان نے فوج کی سیاست میں مداخلت کم کرنے، عدالتی اصلاحات کرنے اور حکومتی کنٹرول کو مضبوط کرنے کے لیے مختلف اقدامات کیے۔ تاہم، ان کی حکومت پر میڈیا پر کنٹرول بڑھانے اور سیاسی مخالفین کے خلاف سخت اقدامات کرنے کے الزامات بھی لگے۔ 2014ء میں اردگان ترکی کے پہلے براہ راست منتخب صدر بنے، اور 2016ء میں ہونے والی فوجی بغاوت کی کوشش کو عوامی حمایت اور سیکیورٹی فورسز کی مدد سے ناکام بنا دیا۔ اس کے بعد انہوں نے مزید سخت گیر پالیسیاں اختیار کیں اور اپنے مخالفین کے خلاف وسیع پیمانے پر کریک ڈاؤن کیا۔ اردگان نے ترکی کو ایک معاشی طاقت بنانے میں اہم کردار ادا کیا، لیکن ان کی حکمرانی پر آمرانہ طرزِ حکومت، میڈیا پر قدغن اور سیاسی مخالفین کے خلاف سخت پالیسیوں کے الزامات بھی لگے۔ اس کے باوجود، انصاف و ترقی پارٹی (AKP) ترکی میں ایک مضبوط سیاسی قوت کے طور پر موجود رہی۔ اس جماعت نے سیکولر آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے اسلامی اقدار کے فروغ کے لیے مختلف اقدامات کیے، جن میں حجاب پر پابندی میں نرمی، مذہبی تعلیم و تربیت کی ترویج اور اسلامی ثقافتی ورثے کی حفاظت شامل ہیں۔ ساتھ ہی، حکومت نے غیر مسلم ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات استوار رکھنے کی پالیسی بھی برقرار رکھی۔

---

[23] چوہدری، عبدالحفیظ (2004) اسلامی تحریکوں کا ارتقاء، کراچی: جامعہ کراچی پریس، ص 221
Chaudhry, Abdul Hafeez (2004), Evolution of Islamic Movements, Karachi: University of Karachi Press, p. 221.

اسلامی شناخت اور خارجہ پالیسی

AKP کے رہنما رجب طیب اردگان نے ترکی کو ایک اسلامی تشخص فراہم کرنے کی کوشش کی، لیکن انہوں نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ ترکی کا آئین سیکولر رہے گا۔ 2008ء میں جب اسرائیل نے غزہ کی ناکہ بندی کی، تو اردگان نے سخت ردعمل دیا اور اسرائیلی حکومت پر تنقید کرتے ہوئے مذاکرات سے واک آؤٹ کیا۔ ان کے اس اقدام کو ترک عوام نے سراہا اور ان کی واپسی پر عوام نے شدید سردی میں گھنٹوں کھڑے رہ کر ان کا استقبال کیا۔[24]

اقتصادی ترقی اور یورپی یونین سے تعلقات

اردگان حکومت نے ترکی کی معیشت کو مستحکم کرنے پر خصوصی توجہ دی، جس کے نتیجے میں بے روزگاری اور افراطِ زر میں نمایاں کمی واقع ہوئی اور بیرونی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا۔ 2007ء میں افراطِ زر کی شرح 4 فیصد تک محدود کر دی گئی، جو ایک اہم کامیابی تھی۔ یورپی یونین میں شمولیت کے لیے بھی سنجیدہ کوششیں کی گئیں، اور 2005ء میں مذاکرات کا آغاز ہوا۔ اس سلسلے میں حکومت نے سزائے موت کے خاتمے، آزادیٔ اظہار میں نرمی اور کرد اقلیت کو ثقافتی حقوق دینے جیسے اقدامات کیے۔ دوسری جانب، اردگان نے فوجی اثر و رسوخ کو کم کرتے ہوئے "قومی سلامتی کونسل" کو محض ایک مشاورتی ادارہ بنا دیا، جسے ترکی کی جمہوری ترقی میں اہم پیش رفت قرار دیا گیا۔ تاہم، ان کی حکومت کو مذہبی اور سیکولر دونوں حلقوں کی تنقید کا سامنا رہا۔ سیکولر عناصر اسے اسلامی ایجنڈا رکھنے کا الزام دیتے رہے، جبکہ کٹر مذہبی طبقہ اسے جدیدیت پسند قرار دے کر تنقید کا نشانہ بناتا رہا۔ AKP نے اسلامی اور جمہوری اصولوں کے درمیان توازن برقرار رکھنے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے ترکی کو اسلامی جمہوریت اور مغربی دنیا کے درمیان ایک پل کی حیثیت حاصل ہوئی۔ اس کے باوجود، سیکولر اور مذہبی قوتوں کے درمیان کشمکش برقرار رہی، اور ترکی میں اسلام پسند سیاست کا مستقبل ایک اہم بحث کا موضوع بنا رہا۔

خلاصہ کلام

سلطنتِ عثمانیہ کے زوال (1924ء) کے بعد ترکی میں عالمی اسلامی تحریکوں کا اثر و رسوخ نمایاں طور پر تبدیل ہوا۔ خلافت کے خاتمے کے بعد کمال اتاترک نے سخت سیکولر اصلاحات نافذ کیں، جن کے نتیجے میں اسلامی شناخت کو ریاستی امور سے الگ کر دیا گیا۔ اس دور میں ترکی میں اسلامی تحریکوں کے لیے محدود گنجائش رہی، تاہم زیرِ زمین اور غیر رسمی سطح پر مذہبی حلقے سرگرم رہے۔ 1940ء اور 1950ء کی دہائی میں جمہوری نظام کے آغاز کے بعد اسلام پسند عناصر نے دوبارہ متحرک ہونا شروع کیا۔ 1970ء کی دہائی میں نجم الدین اربکان نے "ملی گورش" (قومی نظریہ) کے تحت رفاہ پارٹی کی بنیاد رکھی، جو ترکی میں اسلامی سیاست کا نقطہ آغاز بنی۔ عالمی سطح پر اخوان المسلمون اور جماعتِ اسلامی جیسی تحریکوں کے خیالات ترکی میں مقبول ہوئے، جبکہ ایرانی انقلاب (1979ء) نے بھی ترکی کے اسلام پسندوں کو متاثر کیا۔ 1990ء کی دہائی میں اربکان وزیرِ اعظم بنے، مگر فوجی دباؤ کے باعث انہیں مستعفی ہونا پڑا۔ اس کے بعد، 2001ء میں رجب طیب اردگان اور ان کے ساتھیوں نے انصاف و ترقی پارٹی (AKP) قائم کی، جس نے اسلامی اور جمہوری اقدار کے امتزاج کی پالیسی اپنائی۔ اس دوران ترکی نے عرب دنیا اور عالمِ اسلام میں اپنا اثر و رسوخ بڑھایا اور اسلامی تحریکوں کے ساتھ سفارتی تعلقات استوار کیے۔ یوں سلطنتِ عثمانیہ کے خاتمے کے بعد ترکی میں اسلامی تحریکیں سخت سیکولرزم، فوجی دباؤ اور سیاسی پابندیوں کے باوجود دوبارہ ابھریں، اور بالآخر AKP کے ذریعے ملک کی سیاست میں مرکزی کردار ادا کرنے لگیں۔

نتائج

1. خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کے بعد ترکی میں اسلامی شناخت کو دبانے کی پالیسیوں نے مسلمانوں میں ایک فکری بحران پیدا کیا۔
2. اسلامی طرزِ زندگی پر ریاستی پابندیوں کے باعث اسلامی تحریکوں نے متبادل نظریات اور جدوجہد کا آغاز کیا۔
3. مصطفیٰ کمال اتاترک کی جانب سے نافذ کردہ سخت گیر سیکولر اصلاحات کے ردِعمل میں اسلامی تحریکیں منظم ہوئیں۔

---

[24] محمود، سید قاسم، "ترکی کی جدید سیاست"، مکتبہ اسلامیہ، 2010، ص 213
Mahmood, Syed Qasim, Turkey's Modern Politics, Maktaba Islamiya, 2010, p. 213.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com/
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

4. عرب دنیا اور برصغیر کی اسلامی تحریکوں نے ترکی کے حالات پر فکری مباحثے کیے اور حمایت فراہم کی۔
5. اخوان المسلمون، جماعتِ اسلامی اور دیگر عالمی اسلامی تحریکوں نے ترکی میں اسلامی احیاء کے لیے فکری اور نظریاتی بنیادیں فراہم کیں۔
6. ترکی میں ملی سلامی پارٹی، رفاہ پارٹی اور سعادت پارٹی جیسی تحریکوں نے اسلامی سیاست کے احیاء میں کردار ادا کیا۔
7. ترکی کی اسلامی جماعتوں اور عرب و برصغیر کی اسلامی تحریکوں کے درمیان نظریاتی ہم آہنگی اور عملی تعاون کا سلسلہ شروع ہوا۔
8. خلافت کی بحالی اور اسلامی اتحاد کے موضوع پر مختلف عالمی اجتماعات اور فکری مباحث منعقد ہوئے۔
9. اسلامی تحریکوں کے دباؤ کے باعث ترکی میں سیاسی منظر نامہ بدلا اور اسلامی تشخص رکھنے والی جماعتوں نے سیاست میں جگہ بنائی۔
10. رفاہ پارٹی، فضیلت پارٹی، اور بعد میں جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی (AKP) جیسی جماعتوں نے ترکی کی سیاست میں اسلامی عناصر کو دوبارہ متعارف کرایا۔
11. ترکی میں اسلامی تحریکوں کو ریاستی جبر، پابندیوں، اور نظریاتی مقابلے کا سامنا کرنا پڑا۔
12. عالمی سطح پر اسلامی تحریکوں کو دہشت گردی اور بنیاد پرستی سے جوڑنے کی کوششوں نے ان کی سرگرمیوں کو محدود کرنے کی کوشش کی۔
13. ترک عوام میں اسلامی بیداری نے مساجد، مدارس اور اسلامی ثقافتی اداروں کی بحالی میں کردار ادا کیا۔
14. نوجوان نسل میں اسلامی شناخت کی جستجو نے اسلامی تحریکوں کے لیے نئی راہیں ہموار کیں۔
15. اسلامی تحریکوں کے اثرات کے باعث ترکی نے عالمی مسلم سیاست میں ایک نئی جگہ بنائی۔
16. ترکی نے اسلامی دنیا میں سفارتی، سیاسی، اور نظریاتی طور پر نمایاں مقام حاصل کیا۔

سفارشات

1. ترکی میں اسلامی تاریخ، خلافتِ عثمانیہ کے ورثے، اور اسلامی تحریکوں کے کردار کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔
2. مدارس اور یونیورسٹیوں میں اسلامی علوم اور جدید فکری رجحانات کو یکجا کرنے کی پالیسی اپنائی جائے۔
3. اسلامی تحریکوں کے درمیان فکری اور عملی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے علمی اور سفارتی روابط کو فروغ دیا جائے۔
4. اسلامی ممالک کے درمیان معاشی، سیاسی، اور ثقافتی اشتراک کو مضبوط کیا جائے تاکہ خلافت کے بعد پیدا ہونے والے خلا کو پُر کیا جا سکے۔
5. اسلامی تحریکیں جمہوری طریقوں کو اپناتے ہوئے ترکی کے سیاسی نظام میں مثبت اور تعمیری کردار ادا کریں۔
6. ایسی سیاسی پالیسیاں اپنائی جائیں جو اسلام اور جدیدیت کے درمیان ہم آہنگی پیدا کریں، تاکہ ترکی میں اسلامی تحریکوں کو پائیدار بنیادوں پر استوار کیا جا سکے۔
7. ترکی میں اسلامی اقدار کو دبانے کے بجائے ریاست کو ایک ایسا ماڈل اختیار کرنا چاہیے جو مذہبی آزادی اور قومی ترقی کے درمیان توازن برقرار رکھے۔
8. اسلامی تشخص رکھنے والی جماعتوں کو سیاسی اور سماجی میدان میں برابر مواقع فراہم کیے جائیں۔
9. عالمی اسلامی تحریکوں کو ترکی کے مخصوص سیاسی و سماجی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی حکمتِ عملی میں جدت لانی چاہیے۔
10. سوشل میڈیا، ڈیجیٹل پلیٹ فارمز، اور تعلیمی فورمز کے ذریعے اسلامی نظریات کو عام کرنے پر توجہ دی جائے۔
11. اسلامی تحریکوں کو چاہیے کہ وہ مغربی دنیا کے ساتھ تعلقات میں تصادم کے بجائے مفاہمت اور مکالمے کی راہ اختیار کریں۔
12. اسلامی دنیا میں اتحاد کے ساتھ ساتھ مغربی ممالک سے مثبت تعلقات استوار کیے جائیں تاکہ اسلامی نظریات کی درست تصویر پیش کی جا سکے۔
13. اسلامی تحریکوں کو چاہیے کہ وہ سود سے پاک معیشت، زکوٰۃ، اور اسلامی بینکاری کے فروغ کے لیے کام کریں تاکہ ترکی میں اسلامی اقتصادی نظام کو تقویت ملے۔
14. مسلم دنیا میں باہمی تجارتی تعاون کو فروغ دیا جائے تاکہ معاشی خود مختاری حاصل کی جا سکے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

15. اسلامی تحریکوں کو جدید میڈیا، فلم، اور ادب کے ذریعے اسلامی تشخص کے فروغ پر کام کرنا چاہیے۔
16. ترکی میں اسلامی ثقافت، عثمانی ورثے، اور مسلم دنیا کے مشترکہ تاریخی اقدار کو نمایاں کرنے والے مواد کو فروغ دیا جائے۔
17. عالمی سطح پر اسلامی تحریکوں کے خلاف کیے جانے والے منفی پروپیگنڈے کا مؤثر جواب دینے کے لیے تحقیقی مراکز اور تھنک ٹینکس قائم کیے جائیں۔
18. اسلامی تحریکوں کو دہشت گردی اور شدت پسندی سے جوڑنے والے بیانیے کو علمی اور فکری انداز میں چیلنج کیا جائے۔
19. ترکی اور دیگر مسلم ممالک میں اسلامی تحریکوں کو چاہیے کہ وہ نوجوان نسل میں اسلامی شعور پیدا کریں اور قیادت کی تیاری پر زور دیں۔
20. ایسے ادارے قائم کیے جائیں جو نوجوانوں کو اسلامی تاریخ، سیاست، معیشت، اور قیادت کے جدید اصولوں پر تربیت فراہم کریں۔

مصادر و مراجع

1. ابن خلدون، مقدمہ، ترجمہ: غلام رسول مہر، الفیصل ناشران، لاہور، 2012۔
2. الجبرتی، عبدالرحمن، عجائب الآثار في التراجم والأخبار، دار الفکر، 1998۔
3. افغانی، جمال الدین، الاعمال الکاملۃ، دار الشروق، 2002۔
4. افغانی، جمال الدین، مقالاتِ افغانی، مکتبہ اسلامیہ، 1964۔
5. افغانی، جمال الدین، العروۃ الوثقیٰ، دار الفکر، 1884۔
6. افغانی، جمال الدین، ضیاء الخافقین، لندن پریس، 1892۔
7. قاضی عبدالغفار، مدحت پاشا: ترکی میں دستوریت کی تحریک، مکتبہ معارف، 1956۔
8. ابوالکلام آزاد، غبارِ خاطر، مکتبہ جامعہ، 1946۔
9. ڈاکٹر حمید اللہ، خطباتِ بہاولپور، اسلامک ریسرچ سینٹر، 1995۔
10. حسن، فاطمہ، اسلامی تحریکات، دار الکتب العربیہ، 2001۔
11. البنا، حسن، مجموعۃ الرسائل، دار الکتب العلمیہ، 2004۔
12. مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلامی ریاست، ادارہ ترجمان القرآن، 1941۔
13. ڈاکٹر علی محمد الصلابی، تاریخ اصلاحی تحریکات، دار ابن حزم، 2010۔
14. الذهبي، سير أعلام النبلاء، مؤسسة الرسالة، 2001۔
15. احمد داوداوغلو، ترکی میں اسلام اور سیاست، دار النشر العربي، قاہرہ، 2005۔
16. عبید اللہ فہد، اسلامی تحریکیں اور مسلم سیاستدان، دار السلام، 2005۔
17. عبید اللہ فہد، ترکی میں اسلامی تحریکیں، دار النور، 2015۔
18. چوہدری، عبدالحفیظ، اسلامی تحریکوں کا ارتقاء، جامعہ کراچی پریس، 2004۔

Bibliography

1. Ibn Khaldun, Muqaddimah, Translated by Ghulam Rasool Mehr, Al-Faisal Publishers, Lahore, 2012.
2. Al-Jabarti, Abdul Rahman, Aja'ib al-Athar fi al-Tarajim wa al-Akhbar, Dar Al-Fikr, 1998.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/

Vol. 2, No. 1 (2025)

Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

3. Afghani, Jamal al-Din, Dhia al-Khafiqayn, London Press, 1892.
4. Qazi Abdul Ghaffar, Midhat Pasha: Turki Mein Dastooriyat Ki Tehreek, Maktaba Ma'arif, 1956.
5. Abul Kalam Azad, Ghubar-e-Khatir, Maktaba Jamia, 1946.
6. Dr. Hamidullah, Khutbat-e-Bahawalpur, Islamic Research Center, 1995.
7. Hassan, Fatima, Islami Tehrikat, Dar al-Kutub al-Arabiya, 2001.
8. Al-Banna, Hassan, Majmuʻat al-Rasa'il, Dar al-Kutub al-Ilmiyya, 2004.
9. Maududi, Abul Aʻla, Islami Riyasat, Idara Tarjuman al-Quran, 1941.
10. Dr. Ali Muhammad al-Salabi, Tarikh Islah Tehrikat, Dar Ibn Hazm, 2010.
11. Al-Dhahabi, Siyar Aʻlam al-Nubala', Mu'assasat al-Risala, 2001.
12. Ahmet Davutoğlu, Islam aur Siyasat in Turkey, Dar al-Nashr al-Arabi, Cairo, 2005.
13. Ubaidullah Fahd, Islami Tehrikein aur Muslim Siyasatdan, Dar al-Salam, 2005.
14. Ubaidullah Fahd, Turkey Mein Islami Tehrikein, Dar al-Noor, 2015.
15. Chaudhry, Abdul Hafeez, Islami Tehrikon ka Irtiqa, University of Karachi Press, 2004.
16. Mahmood, Syed Qasim, Turkey ki Jadeed Siyasat, Maktaba Islamia, 2010.